قرآن کے کلام اللہ ہونے کا مفہوم

کانپور سے ایک صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ :

"قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا مفہوم تین گروہوں نے مختلف طور پر متعین کیا ہے۔

۱۔ قرآن حکیم کے الفاظ اور مفاہیم و مطالب سب منزل من اللہ اور وحی الٰہی ہیں، یہانتک کہ نظم و ترتیب بھی۔

۲۔ قرآن کے الفاظ آسمانی ہیں لیکن اس کا مطلب و مفہوم انسانی ہے۔ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضورؐ کے صحابہ کرام کو جس بات کی ضرورت پیش آئی اس کے متعلق اللہ عزوجل کی طرف سے اس مطلب اور مفہوم کو ادا کرنے کے لیے مرتب الفاظ وحی کی شکل میں نازل ہو گئے۔ اس موقع پر حضرت محمدؐ مصطفےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اضطراب حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے بہتان کے متعلق، یہودیوں کے تین سوالوں کے جواب کے لیے کئی روز تک وحی الٰہی کا منتظر رہنا اور وحی کا زمانۂ تعطل "فترہ" نیز عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خواہش بابت مسئلہ حجاب، قتل اسریٰ اور حرمت خمر و شراب، قابلِ لحاظ امور ہیں۔

۳۔ قرآن کے الفاظ و معنی دونوں انسانی ہیں۔ صرف تائیدِ الٰہی بذریعہ وحی حاصل ہو گئی ہے اسی وجہ سے اسکو تفوّق و بزرگی حاصل ہے۔ اسکے اندر باوجود اُمّی ہونے کے "نثر" کی فصاحت و بلاغت ظاہر کی گئی ہے۔ اس زمانہ جاہلیت میں شعر و شاعری کی فصاحت و بلاغت کا زور تھا۔ شاعری بھی اُمّی ہی لوگوں سے ظہور میں آئی۔ نثر اس زمانہ میں مفقود تھی۔ کوئی شخص آپ کا مقابلہ نثر میں نہیں کر سکتا تھا۔

اس وجہ سے لوگوں کو آپ کی فصیح و بلیغ نثر پر تعجب ہوا۔ یہاں پر (اوتیت القرآن و مثلہ معہ) قابلِ غور ہے یعنی اس میں اشارہ ہے کہ حدیث نبوی کی طرح (جو محض انسانی چیز ہے) قرآن بھی ہے اس کو صرف تائید آسمانی حاصل ہے۔ و ماینطق عن الھوٰی اور ما اٰتاکم الرسول فخذوہ وغیرہ آیات اس خیال کی تائید میں پیش کی جاتی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ ان میں سے کونسا مسلک درست ہے؟"

ترجمان القرآن۔ جو لوگ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں ان کے لیے یہ تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہیں ہے کہ اس کے الفاظ اور معانی اور نظم اور ترتیب سب چیزیں خدا کی طرف سے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا روح الامین کا حصہ اس میں تبلیغ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

ایجابی دلائل (۱) "قرآن" کے نام سے جس چیز کو موسوم کیا گیا ہے، اور اس نام کو سن کر جس چیز کا تصور ہر سامع کے ذہن میں آتا ہے وہ مجموعہ ہے الفاظ اور معانی اور نظم الفاظ و ترتیب مضامین کا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نام سے جو چیز موسوم ہے وہ ہم نے اتاری ہے۔

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا (بنی اسرائیل۔ ۱۲)	اور قرآن کو ہم نے ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ تم اسے وقتاً فوقتاً لوگوں کو سناؤ۔ اور (اسی لیے) ہم نے اسکو رفتہ رفتہ اتارا ہے۔

(۲) لفظ کتاب کا اطلاق الفاظ، معنی، نظم اور ترتیب سب پر ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن کے لیے کتاب کا لفظ استعمال کرکے اسے اپنی طرف منسوب فرماتا ہے:

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ (الزمر۔ ۱)	اس کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہے جو زبردست اور دانا ہے۔ ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب برحق نازل کی ہے

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ	اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس کتاب کی
رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (سجدہ-۱)	آمد رب العالمین کی طرف سے ہے۔
اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ	(پوچھو) کیا اللہ کے سوا میں کوئی اور فیصلہ کرنے
اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ	والا تلاش کروں؟ حالانکہ وہی ہے جس نے تمہاری
مُفَصَّلًا (انعام-۱۴)	طرف یہ کتاب مفصل نازل کی ہے۔

(۳) لفظ کلام کا اطلاق بھی عرف عام میں لفظ و معنی اور نظم و ترتیب سب پر ہوتا ہے، اور اس لفظ کے ساتھ بھی اللہ قرآن کو اپنی ہی طرف منسوب فرما رہا ہے:

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ	اور اگر مشرکین میں سے کوئی تمہارے پاس پناہ
فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ (التوبہ-۱)	لینے آئے تو اس کو پناہ دو تاکہ وہ اللہ کا کلام سنے۔

اسی لفظ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لوگوں سے قرآن کا تعارف کرایا۔ چنانچہ حدیث میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ آپ موقف میں کھڑے ہو کر فرمایا کرتے الا رجل یحملنی الی قومہ لابلغ کلام ربی فان قریشا منعونی ان ابلغ کلام ربی (کیا ایسا کوئی شخص ہے جو اپنی قوم کی طرف مجھے لے چلے تاکہ میں اپنے رب کا کلام پہنچاؤں؟ کیونکہ قریش نے تو مجھے اپنے رب کا کلام پہنچانے سے روک دیا ہے)۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے جب الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ سنائی تو کفار قریش نے پوچھا یہ تمہارا کلام ہے یا تمہارے صاحب کا؟ آپ نے جواب دیا لیس بکلامی ولا بکلام صاحبی ولکنہ کلام اللہ (نہ یہ میرا کلام ہے، نہ میرے صاحب کا بلکہ یہ اللہ کا کلام ہے)۔

نمبر ۱-۲ اور ۳ کی آیات و احادیث میں جن الفاظ کے ساتھ قرآن، کتاب اور کلام کو اللہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ کمال درجہ کی صراحت سے اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اس کے الفاظ اور معنی اپنے نظم اور ترتیب کے ساتھ بالکلیہ خدا کی طرف سے ہیں۔ آپ عام طور پر اپنی زبان میں جب کہتے ہیں کہ فلاں کتاب

مثلاً مولانا شبلی کی ہے، یا یہ کلام مثلاً مرزا غالب کا ہے تو اس سے آپ کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا اور نہ یہ مطلب کوئی سننے والا مراد لیتا ہے کہ مولانا شبلی یا مرزا غالب نے اپنا مدعا کسی شخص کو بتا دیا تھا اور اس شخص نے اس مدعا کو اپنے الفاظ میں ادا کر دیا، یا انہوں نے الفاظ اور مدعا دونوں کسی شخص کو دیئے اور اس شخص نے ان مضامین کو ایڈٹ کیا۔ جہاں کہیں ایسی صورت ہوتی ہے وہاں کسی نہ کسی طور پر اس کی تصریح کی جاتی ہے، مثلاً کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب فلاں شخص کی ہدایت سے لکھی گئی ہے، یا فلاں شخص کے مضامین کو ایڈٹ کیا گیا ہے۔ مگر قرآن میں صرف یہی نہیں کہ ایسی کوئی صراحت نہیں کی گئی، بلکہ صراحت کے ساتھ ایسے تمام شبہات کی نفی کر دی گئی ہے۔

سلبی دلائل (۴) صاف کہا گیا ہے کہ یہ بشر کا کلام نہیں ہے:

فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ (المدثر-۱)	ولید کہتا ہے کہ یہ محض جادو ہے جو اگلے وقتوں سے چلا آتا ہے اور یہ محض انسانی کلام ہے۔ اچھا میں عنقریب اسکو دوزخ میں جھونکونگا۔

(۵) کافروں کے اس خیال کی تردید کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کتاب کے مصنف ہیں:

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ (النحل-۱۴)	وہ کہتے ہیں کہ تو نے خود قرآن بنا لیا ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ ناواقف ہیں۔ ان سے کہدو کہ درحقیقت تمہارے رب کی طرف سے پاک روح اس کو لائی ہے۔
نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِكَ (الشعراء-۱۱)	امانت دار روح نے اس کو تمہارے قلب پر اتارا ہے۔

"پاک روح" اور "امانت دار روح" کے الفاظ اس شبہ کو بھی دور کر دیتے ہیں کہ نبی اور خدا کے درمیان جو روحانی واسطہ نزولِ قرآن کا ذریعہ بنا تھا اس میں معاذ اللہ کسی جعل یا خیانت کا امکان تھا۔ لہذا یہ الفاظ اس بات کو اور زیادہ موکد کرتے ہیں کہ کمال درجہ کی حفاظت کے ساتھ قرآن قلب نبی پر نازل کیا گیا تھا۔

(۶) صاف تصریح کی گئی کہ اس قرآن میں نبی کا دخل اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ اس کو جوں کا توں پہنچا دیں (وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (العنکبوت - ۲)) ۔ ان کو اس میں اپنی طرف سے کچھ گھٹانے بڑھانے کا اختیار نہیں:

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ
اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ
فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ (المائدہ - ۱۰)

اے پیغمبر جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے
تم پر اترا ہے اسے پہنچا دو۔ اور اگر تم نے ایسا
نہ کیا تو تم نے اسکی پیغام بری نہ کی۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ
لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا
مِنْهُ الْوَتِيْنَ (الحاقہ - ۲)

اور جو کہیں پیغمبر خود گھڑ کر ہماری طرف
کوئی بات منسوب کر دے تو ہم اس کا ہاتھ
پکڑ لیں اور اس کی گردن اڑا دیں۔

الفاظ اور نظم و ترتیب من جانب اللہ

ان دلائل کو دیکھنے کے بعد یہ شبہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ قرآن بلحاظ معنی و الفاظ اور بلحاظ نظم و ترتیب من جانب اللہ نہیں ہے۔ لیکن اگر اب بھی کوئی شبہ باقی ہو تو حسب ذیل آیات ملاحظہ ہوں۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ
لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ
مُّبِيْنٍ (الشعراء - ۱۱)

اور بلاشبہ یہ پروردگار عالم کی اتاری ہوئی کتاب ہے
جسے امانت دار روح نے سلیس عربی زبان میں تمہارے
قلب پر اتارا ہے تاکہ تم ان نبیوں میں شامل ہو جاؤ
جنہوں نے لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا ہے

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا	ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں اتارا ہے
لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (یوسف - ۱)	تاکہ (تم اہل عرب) اسکو سمجھ سکو۔

یہ اور اسی معنی کی بہت سی آیات اس بات پر صریح دلیل ہیں کہ قرآن کے الفاظ خدا کی طرف سے ہیں کیونکہ خدا صاف فرماتا ہے کہ میں نے اس کو عربی زبان میں نازل کیا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا	اور اگر ہم اس کو عجمی زبان کا قرآن بناتے
لَّقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ ءَأَعْجَمِيٌّ وَ	تو یہ (اہل عرب) کہتے کہ اس کی آیات کی شرح
عَرَبِيٌّ (حم السجدہ - ۵،	کیوں نہ کی گئی؟ یہ کیا کہ عجمی کتاب ایک عرب کے

ذریعے سے بھیجی جا رہی ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے الفاظ خدا کی طرف سے ہیں، اور اگر وہ چاہتا تو رسول عربی پر عجمی زبان میں بھی وحی نازل کر سکتا تھا درانحالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی زبان بجز عربی کے نہ جانتے تھے۔ اس سے بڑھکر اور کیا تصریح الفاظ کے من جانب اللہ ہونے کی ہو سکتی ہے۔ رہا یہ سوال کہ اسکا نظم اور اسکی ترتیب بھی خدا کی طرف سے ہے یا نہیں، تو اس پر آیت إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ دلیل قطعی ہے، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس قرآن کو جمع کرنا اور اسے ایک مسلسل کتاب کی صورت میں پڑھوا دینا ہمارا ذمہ ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ بعض لوگوں نے آیت إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ (بے شک یہ ایک معزز پیغامبر کا قول ہے) سے استدلال کیا ہے کہ قرآن کے الفاظ انسانی ہیں اور صرف معنی الٰہی ہیں۔ لیکن یہ استدلال بالکل بے بنیاد ہے۔ قرآن میں دو جگہ یہ فقرہ استعمال ہوا ہے۔ سورۃ الحاقہ میں ہے:

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ وَمَا	یقیناً یہ ایک پیغام بر بزرگ کا قول ہے نہ
هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ	یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے، مگر تم بہت کم یقین لاتے ہو،

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ	اور یہ کسی کاہن کا قول بھی نہیں ہے مگر تم بہت کم
تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعٰلَمِينَ (رکوع ۲)	غور کرتے ہو۔ یہ پروردگار عالم کی طرف سے اتارا ہوا ہے

دوسری جگہ یہی فقرہ سورۂ تکویر میں آیا ہے:

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ذِي قُوَّةٍ	یقیناً یہ ایک پیغام بر بزرگ کا قول ہے جو
عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ	صاحب قوت ہے اور عرش والے (خدا) کے
أَمِينٍ... وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ	پاس بڑا رتبہ رکھتا ہے جہاں اس کی اطاعت کی
رَّجِيمٍ۔	جاتی ہے اور پھر وہ امین بھی ہے ...... یہ

کسی راندۂ درگاہ شیطان کا قول نہیں ہے۔

ان دونوں آیتوں پر غور کرنے سے حسب ذیل نتائج نکلتے ہیں:

(۱) پہلی آیت میں رسول سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دوسری آیت میں رسول سے مراد جبریل امین ہیں۔ اگر خدا کے سوا قرآن کے انشا اور تصنیف کا تعلق کسی دوسرے شخص سے ہوتا تو لامحالہ وہ ایک ہی شخص ہوتا، یا پھر یہ دو شخصوں کی مشترک محنت کا نتیجہ ہوتا۔ بصورتِ اول قرآن کو ایک ہی شخص کی طرف منسوب کرنا درست ہوسکتا تھا، دوسرے شخص کی طرف اسکی نسبت درست نہ ہوتی۔ بصورت دیگر صحیح طریق بیان یہ ہوتا کہ انہ لقول رسولین کریمین (یہ دو بزرگ پیغام بروں کا قول ہے) نہ یہ کہ

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ

(۲) دونوں آیتوں میں "قول" کی نسبت "رسول" کی طرف کی گئی ہے جسکے معنی پیغام لانے والے کے ہیں۔ یہ نہیں کہا گیا کہ انہ لقول رجل کریم (یہ ایک مرد بزرگ کا قول ہے) یا انہ لقول ملک کریم (یہ ایک بزرگ فرشتہ کا قول ہے)۔ مرد اور فرشتے کے الفاظ کو چھوڑ کر لفظ "رسول" استعمال کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن دونوں بزرگ ہستیوں کا قول بحیثیت پیغام بر ہے

نہ کہ بحیثیت شخصی۔ جب ہم کہتے ہیں کہ "یہ بات قاصد بیان کر رہا ہے" تو درحقیقت اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ جس کا قاصد ہے اس کا پیغام بیان کر رہا ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ قاصد اپنی طرف سے بیان کر رہا ہے۔ لہذا قول کی نسبت جب "قاصد" کی طرف کی جائے تو وہ مجازاً "قاصد کی طرف اور حقیقۃً" قاصد بھیجنے والے کی طرف ہوگی۔

(۳) دونوں جگہ "قول" کو "رسول کریم" کی طرف نسبت دینے سے اللہ تعالیٰ کا مقصد صریح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قرآن کو تمہارے پاس نہایت معتبر ذریعہ سے بھیجا رہا ہے۔ پہلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ "یہ شخص جس کی زبان سے تم ہمارا پیغام سن رہے ہو، یہ کوئی شاعر نہیں ہے کہ خیالی باتیں تصنیف کرنے کا خوگر ہو، نہ یہ کوئی کاہن ہے کہ اسے قیاس و تخمین سے غیب کے اسرار بیان کرنے کی عادت ہو۔ یہ تو ایک نیک اور شریف پیغامبر ہے جو رب العلمین کی نازل کی ہوئی بات بیان کرتا ہے۔ لہذا تمہیں اس پر ایمان لانا چاہیے، مگر تم بہت کم غور کرتے ہو اور کم ہی اسکی باتوں پر یقین لاتے ہو"۔ دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ "اس میں شیطانی وساوس کا دخل نہیں ہے بلکہ خدا کا معزز فرشتہ جو نہایت امانت دار ہے، خدا کے ایلچی کی حیثیت سے یہ قول لے کر آتا ہے"۔ پس درحقیقت ایک رسول یا دوسرے رسول کی طرف لفظ قول کی نسبت سے یہ نتیجہ نکالنے کا کوئی موقع نہیں ہے کہ معاذ اللہ اس قول کے مصنف یہی دونوں رسول ہیں یا ان میں سے کوئی ایک ہے۔

نبی کا فہم تک من جانب اللہ ہے

مستفسر نے جن گروہوں کا ذکر کیا ہے ان میں سے دوسرے اور تیسرے گروہ کے تمام استدلالات نہایت کمزور ہیں۔ کسی موقع پر وحی کے لیے آپ کے مضطرب ہونے یا منتظر رہنے سے، یا کبھی کبھی طویل مدت تک وحی کا سلسلہ بند رہنے سے، یا کسی صحابی کی تجویز کے مطابق وحی نازل ہو جانے سے یہ نتیجہ کس طرح نکالا جا سکتا ہے کہ وحی جب آتی تھی تو بصورت معنی آتی تھی اور پھر آنحضرت صلعم ان معانی کو اپنے الفاظ میں بیان کیا کرتے تھے؟ رہا حدیث نبوی اوتیت القرآن و مثلہ معہ (مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اسی کے مثل ایک دوسری چیز بھی اسکے ساتھ دی گئی ہے) سے استدلال، تو وہ بھی اس مطلب کے لیے مفید

نہیں ہے۔ درحقیقت یہ حدیث ان حضرات کے خلاف پڑتی ہے نہ کہ ان کے موافق۔ اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ ”مجھے ایک تو قرآن دیا گیا ہے، دوسرے اسکے ساتھ ہی اس کے حقائق کا علم اسکے مطالب کا فہم بھی دیا گیا ہے یعنی میں قرآن کا جو مطلب بیان کرتا ہوں یا قرآن کے مطابق جو عمل کرتا ہوں یا حکم دیتا ہوں وہ بھی میرے دماغ کی پیداوار نہیں ہوتا بلکہ الفاظ کا مقصود و مدعا تک میرے ذہن پر اوپر ہی سے القا کیا جاتا ہے۔“

ٹھیک یہی بات قرآن میں بھی ارشاد ہوئی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللهُ (النساء۔ ۱۶)	ہم نے تم پر یہ کتاب برحق نازل کی ہے تاکہ تم لوگوں کے درمیان اس بصیرت کے ساتھ فیصلہ کرو جو اللہ تم کو دے۔

دوسری جگہ فرمایا

فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ (القیامہ۔ ۱)	جب ہم قرآن پڑھ کر تمہیں سنائیں تو تم پڑھنے میں پیروی کرو، پھر ہمارے ہی ذمہ اس کا مطلب سمجھانا بھی ہے۔

اس قدر کھلی کھلی تصریحات کے بعد کسی ایسے شخص کے لیے جو قرآن پر ایمان رکھتا ہو، اس امر میں شبہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ قرآن الفاظ سے لیکر معنی اور مفہوم اور شرح و تفسیر تک بالکلیۃ خدا کی طرف سے قلب رسولؐ پر نازل ہوا تھا۔ چونکہ اس مضمون میں ہمارا خطاب صرف اہل ایمان سے ہے لہذا ہم یہاں ان لوگوں سے تعرض نہیں کرتے جن کے دلوں میں شبہات دراصل اس وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ خدا کی طرف سے کسی انسان پر وحی کا نزول ہی سرے سے ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔
